احادیثِ نُزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام
اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۲)

حافظ عبید اللہ

ایک مسلمان کے لئے ہر اُس بات پر ایمان لانا اور اسے تسلیم کرنا واجب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور معتمد طریقے سے ثابت ہو، چاہے اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہونے والے واقعات سے ہو یا قیامت تک آنے والے حوادث سے ہو، جو شخص کسی ایسی بات کی تکذیب کرے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو ایسے شخص کا ایمان مشکوک ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں میں تصدیق کی جائے جن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ ویؤمنوا بی وبما جِئتُ بہ ......**'' میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک قتال کروں گا جب تک وہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی نہ دیں اور جب تک مجھ پر اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اُس پر ایمان نہ لے آئیں (صحیح مسلم، کتاب الایمان : حدیث نمبر 34) اس حدیث شریف میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ صرف قرآن کریم پر ایمان لانا ہی کافی ہے بلکہ فرمایا کہ ''جو کچھ میں لے کر آیا ہوں'' اُس کو ماننا بھی ضروری ہے، اسی بات کی مزید تشریح دوسری احادیث سے ہوتی ہے، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا أُلفِيَنّ احدَکُم مُتَّکِئاً علیٰ أرِيکَتِہ یأتیہ الأمر من أمری مِمّا أمرتُ بہ أو نھیتُ عنہ فیقُولُ لا نَدرِي ما وَجدنا في کتاب اللہ اتبعناہ** '' میں تم سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میری بات پہنچے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اُس سے منع کیا ہو اور وہ شخص کہے کہ ہم نہیں جانتے ہم تو اسی بات کی پیروی کریں گے جو اللہ کی کتاب میں ہے (سنن ابی داود، حدیث نمبر: 4605 ، سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر: 13، مسند احمد، حدیث نمبر:23876، المستدرك للحاکم، حدیث نمبر: 368)، اسی طرح حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک (اللہ کی) کتاب دی گئی ہے اور اس کے برابر یا اس کی مثل اور چیز بھی دی گئی ہے، قریب ہے کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے ایک پیٹ بھرا شخص یوں کہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب (یعنی قرآن) ہی کافی ہے، جو چیز اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام ہے ہم اُسے حرام سمجھیں گے، خبردار! معاملہ اس طرح نہیں ہے، آگاہ رہو! کچلیوں والا درندہ حلال نہیں ہے اور نہ گھریلو گدھا اور نہ ذِمی کی گری پڑی چیز مگر اس صورت میں کہ جس کی چیز ہے وہ اُس سے بے نیاز ہو جائے، اور جو آدمی کسی قوم کا مہمان بنا اور انہوں نے اُس کی ضیافت نہیں کی تو اُس کے لئے درست ہے کہ میز بانی کے بقدر اُن سے وصول کرے (سنن ابي داود ، حدیث نمبر 4604 ، السنن الکبریٰ للبیھقي، حدیث نمبر 19469، صحیح ابن حِبان، حدیث نمبر 12)، اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے اور ہر پنجوں والے پرندے سے (یعنی کھانے سے) منع فرمایا'' (صحيح مسلم، باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع و كل ذي مخلب من الطيور، حديث نمبر 1934) اب غور فرمائیں قرآن کریم نے کھانے والی جو حرام چیزیں بیان کی ہیں ان کے اندر مُردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور جیسی چند چیزوں کا ذکر ہے لیکن حدیث شریف نے کچلیوں سے شکار کرنے والے جانور کو حرام قرار دے کر شیر، چیتے، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا حرام ہونا بتا دیا (کچلیاں اُن دانتوں کو کہا جاتا ہے جو درندوں کے مُنہ میں قدرے لمبے اور نوکیلے ہوتے ہیں)، اسی طرح پنجے سے شکار کرنے والے پرندوں کے حرام ہونے کا قانون پیش کر کے باز، شکرہ، اُلو، چیل اور گدھ وغیرہ کو حرام قرار دے دیا نیز گھریلو گدھے کا حرام ہونا بھی حدیث میں بیان کیا گیا، وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اسی کو حرام سمجھیں گے جس کا حرام ہونا قرآن نے بیان کیا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ گیدڑ، لومڑ، کُتے، چیل اور گدھ وغیرہ کا گوشت کھایا کریں کیونکہ ان کی حرمت تو حدیث نے بیان کی ہے قرآن نے نہیں، اسی طرح قرآن کریم نے تو مطلقاً ہر مرد و عورت کو بلا ناغہ نماز اور روزے کا حکم دیا ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے بتایا کہ حیض اور نفاس والی عورت کو جب تک وہ پاک نہ ہو جائے نماز سے مکمل رخصت دے دی گئی ہے، اور اس حالت میں رمضان کے روزے بھی نہیں رکھے گی بلکہ بعد میں قضاء کرے گی، کیا ایک عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد تقریباً چالیس دن تک اور ہر مہینے میں حیض کے چھ سات دنوں کے لئے نماز معاف کر دینا نیز رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے سے منع کر دینا ایک معمولی حکم ہے؟ قرآن کریم میں تو صرف نماز قائم کرنے، زکوٰۃ و حج ادا کرنے کا حکم ہے لیکن نمازوں کی رکعات اور ادائیگی کی تفصیل کہاں سے ملے گی؟ زکوٰۃ کی تفصیل کے لئے کس طرف رجوع کیا جائے گا؟ حج و عمرہ کی ادائیگی کا طریقہ کہاں ملے گا؟ مختلف صحابہ کرامؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ: **يا ايها الناس كُتبَ عليكُم الحج** ...... اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے، تو کسی نے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے (یعنی کوئی جواب نہ دیا) لیکن سوال کرنے والے نے متعدد بار یہی سوال دُہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لو قُلتُ نَعم لوَجَبت** ...... اگر میں ''ہاں'' کہہ دوں تو پھر ہر سال کرنا واجب ہو جاتا، اور اگر ایسا ہو جائے تو تم اس پر عمل نہیں کر سکو گے، لہٰذا حج (زندگی) میں ایک ہی بار فرض ہے...... الى آخر الحديث (سنن نسائی، حديث نمبر 2619 اور 2620، سنن ابن ماجه، حديث نمبر: 2885 وغيرها من الكتب) غور فرمائیں! سوال ہوتا ہے کہ کیا ہر سال حج کرنا ضروری ہے؟ تو جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اگر میں ''ہاں'' کہہ دوں تو پھر ہر سال کرنا ضروری ہو جائے گا، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''ہاں'' سے ایک چیز واجب ہو سکتی ہے، نیز قرآن کریم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ ہر صاحب استطاعت پر حج فرض ہے، قرآن کریم میں یہ نہیں کہ صرف ایک بار فرض ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔

آج وہ آدمی جسے یہ تک نہیں پتہ کہ صحیح بخاری کا کون سا باب کس کتاب میں ہے صحیح بخاری پر تنقید کرنا شروع کر دیتا ہے، اور احادیث کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ عجمی منافقوں نے کتب حدیث میں جھوٹی حدیثیں ٹھونس دی

جن کا ان کتابوں کے جامعین کو علم نہ تھا، کبھی کہتا ہے کہ حدیث کی صرف اس بات کو ماننا ضروری ہے جس کا ذکر قرآن میں ہو، ایسی باتیں کرنے والے وہ حضرات ہیں جنہیں اس بات کا علم نہیں کہ کتب حدیث کے جامعین خاص طور پر مصنفین کتب ستہ (جنہیں صحاح ستہ بھی کہا جاتا ہے) جس طرح اپنی نقل کردہ روایات کی مکمل سند بیان کرتے ہیں بالکل اسی طرح یہ کتب حدیث بھی آج تک سند کے ساتھ امت میں پڑھائی جارہی ہیں، مثال کے طور پر ہر شیخ الحدیث جو صحیح بخاری کا درس دیتا ہے اس کے پاس امام بخاریؒ تک مکمل سند ہوتی ہے، ان ناقدین کو اسلام کی امتیازی خصوصیت ''علم الرجال'' کی حقانیت کا بھی اندازہ نہیں، اسلام کی اس خصوصیت کا اقرار تو مغربی اور یورپی سکالر بھی کر چکے ہیں، علامہ سید سلیمان ندویؒ (متوفی 1373ھ) نے کیا خوب فرمایا:

''تمام دنیا متفق ہے کہ اسلام نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ ہر اُس چیز کی اور ہر اُس شخص کی جس کا ادنیٰ سا بھی تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے تھا جس طرح حفاظت کی ہے وہ عالم کے لئے مایہ حیرت ہے، ان لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور متعلقات زندگی کی روایت، تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے تھے راویانِ حدیث وروایت یا محدثین یا ارباب سِیَر کہتے ہیں، جن میں صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں، جب تمام سرمایہء روایت تحریری صورت میں آگیا تو اِن تمام راویوں کے نام ونشان، تاریخ، زندگی، اخلاق وعادات کو بھی تحریر میں لایا گیا جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور ان سب کے مجموعہ احوال کا نام ''اسماء الرجال'' ہے، مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر جو سنہ 1854ء اور اس کے بعد تک ہندوستان کے علمی وتعلیمی صیغہ سے متعلق تھے اور بنگال ایشاٹک سوسائٹی کے سیکرٹری تھے اور ان کے عہد میں خود ان کی محنت سے واقدی کی مغازی، وان کریمر کی ایڈیٹر شپ میں سنہ 1856ء میں طبع ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کی **الاصابۃ فی احوال الصحابۃ** طبع ہوئی اور جنہوں نے (جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پہلے یورپین شخص ہیں جس نے خاص ابتدائی عربی مأخذوں سے) ''لائف آف محمد'' لکھی ہے اور مخالفانہ لکھی ہے، وہ بھی اصابہ کے عربی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ سنہ 1853ء - 1864ء میں لکھتے ہیں ''کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری، نہ آج ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے''۔

(خطبات مدراس، تیسرا خطبہ، صفحہ 50-51، مجلس نشریات اسلام کراچی)

الغرض! بتانا یہ مقصود ہے کہ حدیث مبارکہ بنفس نفیس حجت ہے اور منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ حدیث کے مضمون کو قرآن کریم پر پیش کیا جائے، اگر تو وہ مضمون قرآن میں بھی موجود ہو تو اُسے قبول کیا جائے اور اگر وہ بات قرآن میں مذکور نہ ہو تو اُسے رد کردیا جائے یہ ایک باطل اور بے بنیاد قانون ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں صرف احادیث میں یہ باتیں بیان ہوئی ہیں لہٰذا ان چیزوں کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ ایک گمراہی اور دھوکہ ہے، ہاں اگر کسی حدیث کی صحت پر علم اصول حدیث کی رُو سے کچھ کلام ہے تو وہ اور بات ہے، اصل میں ساری خرابی اور فساد اس وقت شروع ہوتا ہے جب اپنی رائے اور اپنی عقل کو وحی پر مقدم رکھا جائے، شریعت کو اپنی خواہش کے تابع سمجھا جائے اور نقل کے مقابلے میں عقل کو ترجیح دی جائے، ایک مفروضہ بنا کر پھر احادیث پر اس سوچ کے ساتھ

تنقید کی جائے کہ احادیث میں شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے مفروضے کی طرف لایا جائے۔

حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور ائمہ وعلماءِ امت

اب ہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چند ائمہ اہل سنت کے اقوال پیش کرتے ہیں:۔
حضرت امام احمد بن حنبل صلی اللہ علیہ وسلم (متوفی 241ھ) فرماتے ہیں:
''**من ردَّ حدیثَ رسولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو علی شفا ھلکۃ**'' جس نے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کیا (یعنی نہ مانا) وہ ہلاکت کے دہانے پر ہے۔
(سیر اعلام النبلاء، جلد 11 صفحہ 297/طبقات الحنابلۃ، جلد 3 صفحہ 28)

امام موفق الدین بن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 620ھ) لکھتے ہیں:
''**ویجب الایمان بکل ما أخبر بہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصح بہ النقل عنہ فیما شاھدناہ او غاب عنا، نعلم أنہ حق وصدق وسواء في ذلک ما عقلناہ وجھلناہ ولم نطلع علی حقیقۃ معناہ......**''
ہر اس بات پر ایمان لانا واجب ہے جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور جو صحیح طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، چاہے وہ خبران امور کے بارے میں ہو جنہیں ہم نے دیکھا یا ان چیزوں کے بارے میں ہو جو ہم سے غائب ہیں، ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ حق اور سچ ہے، چاہے وہ چیز ہماری سمجھ میں آتی ہو یا اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہ آتی ہو (اس پر ایمان لانا ہر صورت میں واجب ہے)۔ (لمعۃ الاعتقاد، صفحہ 28، المکتب الاسلامی، بیروت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 204ھ) فرماتے ہیں:
''**اذا حدَّث الثِّقۃُ عن الثِّقۃ حتی ینتھي الی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو ثابت عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یُترک لرسولِ اللّٰہ حدیث ابداً، الا حدیث وُجد عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث یخالفہ......**'' جب ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ سے حدیث بیان کرے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ساری سند ہو (یعنی سب راوی ثقہ ہوں) تو یہ حدیث اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہرگز ترک نہیں کی جائے گی، سوائے اس حدیث کے جس کے مخالف کوئی دوسری حدیث بھی پائی جائے (تو ایسی صورت میں دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق یا ترجیح وغیرہ دی جائے گی۔ ناقل)۔

(المدخل الی السنن الکبریٰ للبیھقی، جلد 1 صفحہ 34، السعودیۃ)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 324ھ) محدثین اور اہل سنت کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''**جملۃ ما علیہ اھل الحدیث والسنۃ الاقرار باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ وماجاء من عند اللہ وما رواہ الثقات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یردّون من ذلک شیئاً......**'' حدیث اور سنت والے کے عقائد ہیں ان میں اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور جو چیز اللہ کی طرف سے آئی ہے اس کا اقرار شامل ہے، نیز جو بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ راویوں نے بیان کی ہے اس میں سے کسی بات کا انکار نہیں کرتے۔

(مقالات الاسلاميين واختلاف المصلين، صفحه 290، طبع بيروت)

امام ابن حزم ظاہری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 456ھ) رقمطراز ہیں:

''**فاذا جاء خبر الراوي الثقة عن مثله مُسنداً الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فهو مقطوع به على أنه حق عند الله عزوجل موجب صحة الحكم به اذا كان جميع رواته متفقاً على عدالتهم أن ممن تثبت عدالتهم** ......'' جب کسی حدیث کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ثقہ راویوں پر مشتمل ہو تو وہ قطعی طور پر اللہ کے نزدیک حق ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جب اس کے تمام راویوں کی عدالت پر اتفاق ہو اور ان سب کی عدالت ثابت ہو۔

(النبذ فی اصول الفقه، صفحه 56، دار ابن حزم، بیروت)

اور ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''**ثبت يقيناً ان الخبرَ الواحدِ العدل عن من مثله مبلغاً الى رسولِ الله صلى الله عليه وسلم حقٌ مقطوعٌ به موجبٌ للعملِ والعِلمِ معاً**'' یہ بات یقینی طور پر ثابت شدہ ہے کہ ایک عادل راوی کی روایت اپنے جیسے عادل سے جو اسی طرح (عادل راویوں کے واسطے سے) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے وہ قطعی طور پر حق ہے اور علم وعمل دونوں کو واجب کرتی ہے۔(الإحكام فى أصول الأحكام، جلد 1، صفحه 124، دار الآفاق الجديدة بيروت)

(جاری ہے)

رمضان المبارک میں مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تعلیم کے زیر اہتمام چلنے والے مدارس کے ساتھ تعاون کیجیے

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریکی مشن کے تحت مختلف شہروں میں مجلس کے مراکز و مدارس قائم کیے۔جن کی تعداد اب 17 سے زائد ہو چکی ہے۔مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ) ملتان اور اس کے ماتحت تین شاخیں، جامعہ بستان عائشہ للبنات ملتان، مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار، چناب نگر اور اس کے ماتحت دو شاخیں۔ دار العلوم ختم نبوت (رجسٹرڈ) جامعہ مسجد چیچہ وطنی اور اس کے ماتحت دو شاخیں، مدرسہ معمورہ لاہور، مدرسہ ابوبکر صدیق تلہ گنگ، مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں گجرات اور اس کے ماتحت دو شاخیں، مدرسہ ختم نبوت گجرات شہر اور مدرسہ و مدنی مسجد چنیوٹ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ان مدارس کا سالانہ خرچ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔اس کے علاوہ مسجد احرار چناب نگر کی تعمیر جدید، مسلم ہسپتال چناب نگر، مسجد و مدرسہ رحمان سٹی چیچہ وطنی، جامع مسجد ناگڑیاں، گجرات کی تعمیرات کا کام جاری ہے۔مدرسہ معمورہ ملتان کی تعمیر جدید ان شاءاللہ عید الفطر کے بعد شروع کی جارہی ہے۔اہلِ خیر اپنے عطیات، صدقاتِ جاریہ، زکوٰۃ وعشر اور فطرانہ اِن مدارس کو عنایت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔احباب مقامی طور پر یہ رقوم ان مدارس میں بھی جمع کرا سکتے ہیں۔معاونین مد کی وضاحت کے ساتھ رسید ضرور حاصل کریں۔

ترسیل زر بنام: سید محمد کفیل بخاری، کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان 0092300-6326621,009261-4511961